اسلام کے قلعے

مدارس کے نصاب و نظام کے بارے میں ضروری باتیں

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ

(بشکریہ ماہنامہ الفاروق کراچی جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ)

یہ ایک بہت ہی گراں قدر اور قیمتی مضمون ہے، جس کے مطالعے کا مشورہ مفکرِ ملت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مکتوب میں اہلِ علم کو دیا ہے۔ ہم نے اسے حاصل کیا اور جب پڑھا تو اس کو بے انتہا مفید اور ضروری پایا۔ اس وجہ سے ہم اس کی اشاعت کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس میں ذیلی عناوین ہمارے لگائے ہوئے ہیں۔

دار الحمد اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

سوداگرواڑہ، سورت، گجرات۔ (الہند)

/DarulHamdSurat

+91 70961 76961

اسلام کے قلعے

مدارس کے نصاب ونظام کے بارے میں ضروری باتیں

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ

(بشکریہ ماہنامہ الفاروق کراچی جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ)

یہ ایک بہت ہی گراں قدر اور قیمتی مضمون ہے، جس کے مطالعے کا مشورہ مفکرِ ملت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مکتوب میں اہلِ علم کو دیا ہے۔ ہم نے اسے حاصل کیا اور جب پڑھا تو اس کو بے انتہا مفید اور ضروری پایا۔ اس وجہ سے ہم اس کی اشاعت کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس میں ذیلی عناوین ہمارے لگائے ہوئے ہیں۔

دار الحمد اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

سوداگرواڑہ، سورت، گجرات۔ (الہند)

darulhamd2017@gmail.com +91 70961 76961

مضمون کا خلاصہ

مدارسِ عربیہ کے مروجہ نصاب کو یوں ہی رہنے دیا جائے، جزوی تبدیلی اور تعلیمی سالوں میں اضافہ کرنا چاہیں تو کردیں، ٹھوس علمی استعداد کے علما پیدا کریں جو کہ تفسیر وحدیث میں بھی ماہر ہوں، فقہ وفتاویٰ میں بھی اور علوم عربیہ میں بھی، لیکن انہیں کسی یونی ورسٹی اور کالج کی ڈگری حاصل کرنے سے حتی کہ جامعہ ازہر مصر بھیجنے سے بھی باز رکھا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کھائے گا کہاں سے؟:

مدارس کی طرف جہاں اصحابِ اقتدار کی بری نظریں اٹھتی ہیں، وہیں دنیا والے بھی ان کا کباڑا کرنے کے چکر میں رہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مدارس کے نصاب میں علومِ دنیا بھی داخل کیجیے! خالی مُلاّ بنانا ٹھیک نہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ خالی مُلاّ بن گیا، تگڑی ملازمت نہیں ملے گی اور کھائے گا کہاں سے؟

لوگوں کا یہ حال ہے:

الحمدللہ! آج تک ہمارے علما نے ان لوگوں کا کوئی اثر نہیں لیا اور نہ ان میں کوئی بھوکا مرا۔ لوگوں کا یہ حال ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نام پر نام رکھنے کو تو فخر سمجھتے ہیں، لیکن ان کا کام انجام دینے والوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور بلال رضی اللہ عنہ مؤذن تھے۔ اسی امامت اور مؤذنی کو دورِ حاضر کے دنیا دار ملا گیری سے تعبیر کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو اس سے بچاتے ہیں، پتلون پہناتے ہیں، اپنے ہاتھ سے بچوں کے گلوں میں ٹائی باندھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اسلام کے اعمال پر نہ خود چلتے ہیں اور نہ اپنی اولاد کو ڈالتے ہیں۔ جب خود ملا بننے اور اولاد کو ملا بنانے پر تیار نہیں، تو خالص دینی عربی مدارس بھی ان کو کھلتے ہیں اور مولویوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم فلاں فلاں مضامین اپنے نصاب میں شامل کر لو۔

نزلہ عضوِ ضعیف پر:

عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ذمہ داروں سے نہیں کہتے کہ تم حفظ قرآن کی شاخ کھول دو، ایک گھنٹہ تجوید پڑھایا کرو اور تفسیر وحدیث کی کتابیں اپنے نصاب ونظام میں داخل کرو۔ سچ ہے نزلہ عضوِ ضعیف پر ہی گرتا ہے۔

اگر برکۂ پُر کنند از گلاب:

اہلِ دنیا کے شور شار سے متأثر ہو کر بعض اصحابِ مدارس بھی کچھ ڈھیلے ہو رہے ہیں اور اس سوچ وبچار میں ہیں کہ کچھ انگریزی وغیرہ کا اضافہ اپنے نصاب میں کرلیں، جذبہ تو دنیاداری کا ہے، ممکن ہے ایسا سوچنے والوں میں کوئی مخلص بھی ہو، لیکن میں اس تبدیلی واضافے کے نتیجے سے باخبر کرنے کے لیے حضرت سعدی کا ایک شعر پڑھتا ہوں ؎

اگر	برکۂ	پُر	کنند	از	گلاب
سگے		دروے	افتد	کند	منجلاب

(کوئی حوض اگر گلاب سے بھرا ہوا ہو اُس میں اگر کوئی کتا گر جائے گا، تو سارا ہی ناپاک اور بدبودار ہو جائے گا)

جب تک قرآن وحدیث کا ماہر نہ ہو جائے......:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں انگریزی عام ہے، یورپ امریکہ میں تبلیغ کی ضرورت ہے وہاں یہی زبان چل سکتی ہے، جو لوگ اخلاص کے ساتھ یہ بات کہتے ہیں ان کا

جذبہ تو صحیح ہے، لیکن جب تک قرآن وحدیث کا ماہر نہ ہوجائے، محض انگریزی جاننے سے تو اسلام کی تبلیغ نہیں کرسکتا۔ اور جولوگ اپنے عربی مدارس میں زمانۂ طالبِ علمی میں انگریزی وغیرہ کی تحصیل میں مشغول ہوں گے، وہ نیم ملا اور کچے مولوی ہوں گے۔ ’’نیم ملا خطرۂ ایمان‘‘ تو پرانی مثل مشہور رہی ہے، یہ نیم ملا گھر کے نہ گھاٹ کے۔ اسلام کی، قرآن و حدیث کی صحیح تبلیغ نہیں کرسکتے، دشمنانِ اسلام کا منہ توڑ جواب نہیں دے سکتے، فقہی مہارت کے بغیر مسئلہ صحیح نہیں بتاسکتے، اگر اٹکل سے بتائیں گے تو امت کو گمراہی پر ڈالیں گے۔ ان پر اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ صادق آئے گا۔

نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے:

بیک وقت عربی اور انگریزی نصاب پڑھنے والوں کی نہ صرف یہ کہ اسلامیات کی طرف پوری توجہ نہ ہوگی، بلکہ زیادہ محنت دوڑ دھوپ دنیاوی چیزوں ہی میں خرچ کریں گے، جیسا کہ انسان کا مزاج ہے جب دونوں چیزیں سامنے ہوں گی تو نفس دنیا کی طرف زیادہ لپکے گا۔

موڈرن قسم کے لوگوں سے انگریزی پڑھوانے کا ایک بہت بڑا نقصان:

اب ایک اور بات بھی ہے جس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، مدارسِ عربیہ دینیہ میں جولوگ انگریزی اور ما یتعلق بہ پڑھائیں گے یہ کہاں سے آئیں گے؟ لامحالہ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ہی اساتذہ لینے پڑیں گے، ان میں ملا مزاج، ملا ٹائپ افراد عموماً نہیں ہوتے ہمارے طلبہ ان ہی کا اثر لیں گے، اگر زمانۂ طالب علمی میں کسی مہتمم کے دباؤ سے رسول اللہ ﷺ کی صورتِ مبارکہ کے مطابق اپنی صورت بنا بھی لی، تو فارغ ہونے کے بعد

چوں کہ انگریزی وغیرہ کی پڑھائی کو کام میں لانے کے لیے اور تگڑی ملازمتوں کے لیے کالجوں اور یونیورسٹیوں کا رخ کریں گے۔ اس لیے اگر داڑھی منڈے گی نہیں تو چھنٹ جائے گی اور بال بھی انگریزی یا انگریزی نما ہو جائیں گے۔ سر ننگا، چست پتلون ان سب چیزوں کا مظاہرہ ہوگا۔ علماء کرام کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ ایسے افراد بنانے کے لیے فکرمند ہوں، پھر اس میں عامۃ الناس کو بھی دھوکا دینا ہے۔ انہیں یہ باور کراتے ہیں کہ ہم مدارس کے ذریعے دینِ اسلام پھیلا رہے ہیں، قرآن وحدیث پڑھا رہے ہیں اور اسی بنیاد پر عامۃ الناس چندہ دیتے ہیں، نام دین کا اور علومِ دین کا اور افراد پیدا ہوں دنیادار، دنیا سے محبت رکھنے والے اور پیسہ خرچ ہو امتِ مسلمہ کا، یہ کون سی دیانت داری اور امانت داری ہے؟ ہم تو نصف صدی سے دیکھ رہے ہیں جس نے بھی انگریزی پڑھی اگرچہ زمانۂ طالبِ علمی میں صاحبِ استعداد تھا، اس کا وہی حال بن گیا جو ہم نے ذکر کیا۔ اس عموم سے صرف مولانا محمد تقی عثمانی دام مجدھم مستثنٰی ہیں، ان پر وہی ملاپے کا اثر ہے جس کے لیے مدارس قائم کیے جاتے ہیں اور یہ اثر ان کے والد ماجد مولانا محمد شفیع صاحب مفتیِ اعظم رحمہ اللہ کی روحانی اور ایمانی توجہ اور اخلاصِ نیت اور فکرِ آخرت کی وجہ سے ہے۔ غور فرمالیں ایسے مخلصین مربی کہاں ملیں گے؟

دوسرا مضر پہلو:

اگر دنیاوی نصاب بھی مدارسِ عربیہ دینیہ میں جاری کر دیا جائے، تو یہ طلبہ فارغ ہو کر انگریزی داں ہونے کی وجہ سے ایم اے، بی اے، پی ایچ ڈی، کریں گے۔ اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر، اسکالر وغیرہ القاب لگالیں گے۔ عامۃ الناس نہ ان کو علما سمجھیں گے، نہ ان سے دینی مسائل اور شرعی معاملات میں رجوع کریں گے۔

درسِ نظامی کی افادیت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے:

یہ باتیں تو ان لوگوں سے متعلق ہیں جو عربی دینی مدارس میں علومِ عصریہ کو شامل کرنے کی رائے دیتے ہیں۔ اب ان مخلصین کی خدمت میں معروض ہے جو اپنے مدارس کے نصاب میں کچھ تغیر و تبدیلی کرنے کو مناسب جانتے اور یوں سمجھتے ہیں کہ متخرجین میں جو استعداد کی کمی رہ جاتی ہے، نصاب بدل کر اس کو پورا کیا جائے۔ ہمارا یہ نصاب تقریباً ڈیڑھ سو سال سے چل رہا ہے اور ملا نظام الدین لکھنوی کی طرف منسوب ہے۔ جہاں تک نصاب کی افادیت اور پختگی کا تعلق ہے وہ اسی طرح سے موجود ہے جیسے پہلے تھی۔ استعدادوں میں جو فرق آیا ہے وہ طلبہ کے محنت سے نہ پڑھنے، مطالعہ نہ کرنے، اساتذہ کا ادب نہ کرنے، اور کھانے پینے کی بہتات، سیدھے سادے حجروں کے بہ جائے شان دار منازل اور محلات کی رہائش اور مطعومات و مشروبات اور ملبوسات کی عمدگی، علمی محنت اور مجاہدے کی طرف سے بے رغبتی نے یہاں تک پہنچایا ہے۔

کتب معقولات کی اپنی ہی افادیت ہے:

ہمارا جو نصاب چل رہا ہے یہ علومِ ضروریہ عالیہ اور آلیہ کی پختگی اور معارفِ قرآنیہ اور تصریحاتِ حدیثیہ کے جاننے، سمجھنے، آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لیے کافی ہے۔ جو چیزیں دماغوں پر بھاری سمجھی جاتی تھیں، ان کو تو پہلے ہی عملی طور پر نصاب سے خارج کیا جا چکا ہے۔ توضیح و تلویح، مسلم الثبوت، تصریح، شرح چغمینی، ملا حسن اور حمداللہ کون پڑھتا ہے اور کہاں پڑھی جاتی ہیں؟ اب تو صرف سلم العلوم اور میبذی اور شرح عقائد نسفی رہ

گئیں ہیں۔لوگ چاہتے کہ ان کے پڑھنے پڑھانے سے بھی مستعفی ہوجائیں۔اوراب تو شرح جامی اورکافیہ سے بھی جان چھڑانے کے لیے سوچ رہے ہیں۔بات یہ ہے کہ یہ کتابیں دماغ چالو کرنے اورفکرمندی کی شان کو بلند کرنے اورعلمی ابحاث کوسمجھنےاورسمجھانے کے لیے رکھی گئی ہیں، مسائلِ نحو کا استحضار تو ہدایۃ النحو سے ہوجاتا ہے۔شرحِ جامی ذہن رسا کرنے کے لیے رکھی گئی ہے۔

یہ تو اکابر کے حالات تھے:

مدارس الحمدللہ بہت زیادہ ہوگئے اور پڑھنے والے بھی بہت ہیں، مدارس قائم کرنے والے اور مدارس میں پڑھانے والے حضرات کی نیتوں کا فرق بھی ہے اور طلبہ کی نیتیں بھی مختلف ہیں۔حضراتِ اکابر نے مدارس قائم کرنے کا سلسلہ جاری کیا تھا، اللہ کی رضا کے لیے مدارس قائم کرتے تھے اور حضرات اساتذہ اللہ کی رضا کے لیے پڑھاتے تھے، تھوڑی بہت جو تنخواہ ملتی تھی اسی میں گزارا کرتے تھے، موٹا جھوٹا پہننا، روکھی سوکھی کھانا، معمولی گھروں میں گزارا کرنا، صبر وشکر کی زندگی اختیار کرنا۔زیادہ تنخواہ کے لیے ایک مدرسہ چھوڑ کر دوسرے مدرسے میں نہ گئے۔یہ تو اکابر کے حالات تھے اور طلبہ بڑی محنت اور مجاہدہ اور مطالعہ سے پڑھتے تھے، لامحالہ خیر ہی خیر کا مظاہرہ ہوتا تھا۔

علم کے ساتھ روحِ مجلّٰی اور نفسِ مزکّٰی کی بھی ضرورت ہے:

اکابر میں اخلاص بھی تھا فکرِ آخرت بھی تھی، جب دنیا غالب نہ تھی، طلبہ بھی اللہ کی رضا کے لیے پڑھتے تھے، کالجوں اور یونی ورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کرنے کی طرف

دھیان نہ تھا اور یہ بات بھی تھی کہ حضرت مہتمم صاحب اور اساتذۂ کرام کسی نہ کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے تعلق رکھتے تھے، اور طلبہ بھی فارغ ہونے کے بعد کسی صاحبِ نسبت کی طرف رجوع کر لیتے تھے۔ علم کے ساتھ روحِ مجلیٰ اور نفسِ مزکیٰ کی بھی ضرورت ہے۔

جن مدارس کو دین و دنیا کا سنگم بنایا گیا:

درسِ نظامی والے مدارس کی اصلاح جن لوگوں سے نہ ہو سکی، اپنے خیال سے انہوں نے دوسرے مدارس قائم کیے۔ یہ لوگ خالص دنیا دار متخرجین نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ جن میں جامعہ ملیہ اور علی گڑھ یونی ورسٹی سب کے سامنے ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ مالٹا کی جیل سے چھوٹ کر آئے، تو بعض لوگوں نے رائے دی کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنے کے لیے انگریزی داں علما کی ضرورت ہے، لہٰذا ایک ایسا مدرسہ کھولا جائے جس میں عربی اور انگریزی دونوں ہوں۔ چناں چہ دہلی سے چند میل کے فاصلے پر جامعہ ملیہ کے نام سے مدرسہ کھولا گیا، لیکن حاصل اس کا بھی وہی نکلا کہ وہ ایک انگریزی مزاج کی یونی ورسٹی بن کر رہ گیا، علی گڑھ میں جب سرسید نے ادارہ قائم کیا تو اس کا نام مدرسۃ العلوم رکھا گیا۔ جگہ جگہ پارکوں میں مسجدوں کے چبوترے بنائے گئے، ایک بڑی جامع مسجد بھی بنائی گئی لیکن چوں کہ انگریزی اور علومِ دنیا غالب تھے، اس لیے وہ ادارہ صرف ایک دنیاوی یونی ورسٹی بن کر رہ گیا، پہلے اس کا نام علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی تھا اور اب تو لفظِ مسلم بھی حذف کر دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن مدارس کو دین و دنیا کا سنگم بنایا گیا، وہاں کے متخرجین دنیا سے محبت کرنے والے ہی بنے اور دنیا ہی کو لے کر چلے۔

معمولی ترمیم میں کوئی حرج نہیں:

درسِ نظامی میں جزوی طور پر کچھ نہ کچھ تغیر تو ہوتا رہتا ہے۔ مفید الطالبین، علم الصرف، علم النحو، النحوالواضح یہ چیزیں، مولانا نظام الدینؒ کے بعد لکھی گئی ہیں۔ نصاب میں شامل ہوچکی ہیں۔ بعض مدارس میں الفیہ اور شرح ابن عقیل داخل کردی گئی ہیں، ان کی مخالفت نہیں کی گئی نہ مخالفت کی ضرورت تھی، کیوں کہ علمی مقاصد کے لیے مفید ومعاون تھیں۔ ہمارے اکابر ایسی تغیر اور تبدیل کے حق میں نہ تھے جس سے مقاصدِ دینیہ علمیہ میں فرق آئے، تجربہ کرکے دیکھ لیا کہ جن مدارس میں نصاب ہلکا کردیا گیا، ٹھوس علمی کتابیں نکال دی گئیں، تعلیمی مدت میں کمی کردی گئی، وہاں سے برآمد ہونے والے ایسے لوگ نکلے جو علمِ بلاغت سے نامانوس، صرف ونحو میں کچے، ادبیت میں خام، فقہ میں مولوی ناتمام، تفسیر وحدیث کی مہارت سے دور تھے۔

کن طلبہ کو کون انگریزی پڑھائے؟:

ایک قابل عمل تجویز:

اگر اصلاح کرنے والے یہی نتیجہ دیکھنا چاہتے ہیں، تو ہمارے مدرسوں میں دخل دے کر علوم واعمال کا کباڑا نہ کریں، شاید کوئی صاحب یہ سمجھیں کہ انگریزی کی ضرورت ہے اور ملا لوگ چوں کہ انگریزی نہیں جانتے اس لیے اس سے بیر ہے، یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے۔ انگریزی سے بیر نہیں ہے اس کی ضرورت کا احساس ہے، مگر درسِ نظامی کے ساتھ

ساتھ چلانا نہیں ہے۔ ایسا کیا جائے کہ دورے کے طلبہ میں سے بہت نیک، صالح، متقی، صاحبِ استعداد، نیک نیت اور دین کی خدمت سے وابستگی رکھنے والے طلبہ کو چن لیا جائے، پھر انہیں سال دو سال مزید پڑھنے کا موقع دیا جائے، جیسا کہ افتا کی مشق کے لیے موقع دیا جاتا ہے اور صالحین سے انگریزی پڑھوائی جائے اور انگریزی میں ماہر بنا دیا جائے۔ انگریزی پڑھانے والے داڑھی منڈے اور انگریزی بال والے نہ ہوں، ان طلبہ کو انگریزی ادب میں ماہر بنائیں اور ساتھ ہی فکرِ آخرت اور دینی خدمت کے جذبات سے آراستہ کریں اور کافروں کے اعتراضات اور ان کے جوابات اور یورپ اور امریکہ کی بے حیائی اور انسانیت کی تباہی سے واقف کرائیں، اور دشمنانِ اسلام کی تردید میں اردو اور انگریزی میں مضامین لکھوائیں اور ان کو شائع کرتے رہیں، تاکہ ان طلبہ کا دل بڑھے اور آگے بڑھ کر کام کریں۔ ساتھ ہی عربی لکھنے کی بھی مشق ہو جائے تو بہتر ہے۔

یہ ڈگریاں ملیں اور آدمی ہاتھ سے گیا:

مدارسِ عربیہ کے مروجہ نصاب کو یوں ہی رہنے دیں۔ جزوی تبدیلی اور تعلیمی سالوں میں اضافہ کرنا چاہیں تو کر دیں۔ بہر حال ٹھوس علمی استعداد کے علما پیدا ہونے چاہیے، تفسیر وحدیث میں بھی ماہر ہوں اور فقہ وفتاویٰ میں بھی اور علومِ عربیہ میں بھی، لیکن انہیں کسی یونی ورسٹی اور کالج کی ڈگری حاصل کرنے سے حتی کہ جامعہ ازہر مصر بھیجنے سے باز رہیں، یہ ڈگریاں ملیں اور آدمی ہاتھ سے گیا، دنیا کمانے والا ڈاکٹر بن گیا۔ إلا ماشاء اللہ

یہ سب کی نظروں کے سامنے ہے اور اہلِ دنیا کو یہی پسند ہے۔

ایک اصلاحی نصاب:

احقر نے تزکیۂ نفس اور اخلاص واحسان کی صفت پر نظر ڈالنے کے لیے ایک نصاب بنایا ہے، اس کی ایک کاپی ارسالِ خدمت ہے۔ اساتذہ کے مشورے میں رکھ کر تقلیل وتکثیر اور تغییر وتبدیل کر سکتے ہیں۔ الحمدللہ! ہمارے مدارس میں بڑی محنتوں کے ساتھ علوم اسلامیہ کی خدمات انجام دی جارہی ہیں، اور حضراتِ مہتممینِ کرام اور مدرسینِ عظام علمِ دین پھیلانے میں بڑی محبت اور محنت سے لگے ہوئے ہیں۔

اصلاحِ نفس کے لیے کچھ کتابوں کا اضافہ اور محاضرات نیز تدریب وتمرین: ایک بہت ہی مفید مشورہ:

مدینہ منورہ میں بعض اصحاب جمع تھے، یہ تذکرہ آگیا کہ اصلاحِ نفس کے لیے بھی کچھ کتابوں کا اضافہ ہونا چاہیے اور صرف کتابوں ہی کا اضافہ نہیں، اس کے لیے محاضرات اور تقاریر اور سلسلۂ تدریب وتمرین بھی ہونا چاہیے اور یہ کہ مدرسین میں جو حضرات صاحبِ نسبت ہوں، ان سے خطاب کرایا جائے، بلکہ سلوک واحسان کے سلسلے کی کتابیں بھی یہی حضرات پڑھائیں، اصل بات سے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سب ہی حضرات اتفاق فرمائیں گے لیکن ساتھ ہی کام کی دشواری بھی محسوس ہوگی۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ کرنے کا کام کرنے سے ہی ہوتا ہے صرف مشورہ اور سوچ وبچار سے کچھ نہیں ہوتا، اس لیے اس ضرورت کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہوگا۔

باہمی مشورے سے یوں سمجھ میں آیا کہ ایک نصاب درجۂ حفظ کے لیے اور ایک قراءت کے لیے ہو اور ایک نصاب عامۃ المسلمین کے لیے جو چند ماہ خرچ کرسکیں، اور ایک نصاب طلبۂ علوم عربیہ کے لیے ہو، پھر یہ خیال آیا ان نصابوں کے بارے میں ایک اجمالی خاکہ مرتب کردیا جائے، ملاحظہ فرمائیں:

اصلاحی نصاب

برائے طلبۂ علومِ عربیہ

کتبِ ضروریہ: جو طلبہ مدارس میں تعلیم حاصل کررہے ہیں ان کے نصاب میں مندرجہ ذیل کتب کا اضافہ کیا جائے:

(۱) بدایۃ الہدایہ للامام الغزالی رحمہ اللہ۔

(۲) احیاء العلوم للامام الغزالی رحمہ اللہ۔

(۳) اتمام النعم مع شرح اکمال الشیم۔

(۴) ارشاد الملوک یا اس کا ترجمہ امداد السلوک۔

(۵) تبلیغِ دین ترجمہ الاربعین۔

(۶) شمائلِ نبوی۔

(۷) تربیۃ السالک۔

(۸) قصد السبیل۔

(۹) ضیاء القلوب۔

(۱۰)ارشاد المرشد۔

(۱۱)غذائے روح۔

(۱۲)الادب للامام البیہقی رحمہ اللہ۔

(۱۳)مطالعۂ غنیۃ الطالبین۔

(۱۴)فضائلِ توبہ واستغفار۔

(۱۵)التکشف عن مہمات التصوف۔

(۱۶)مطالعۂ تذکرۃ الخلیل۔

(۱۷)تذکرۃ الرشید۔

(۱۸)فقہ وتصوف۔

(۱۹)ارواحِ ثلاثہ۔

(۲۰)شریعت وطریقت کا تلازم۔

ھدایات برائے اساتذۂ کرام

قابلِ توجہ:

ہر جمعرات کو کوئی صاحبِ نسبت اجتماعی بیان کیا کریں، سب طلبہ شریک ہوں تزکیۂ نفس کی ضرورت بتائی جائے اور کبھی کبھی اکابر سے خطاب کرایا جائے۔

تفسیر پڑھاتے ہوئے جہاں کہیں تزکیہ کا ذکر آجائے اس پر بھرپور تقریر کی جائے اور اس کی اہمیت بتائی جائے، جس طرح سننِ ترمذی کو بیانِ مذاہب اور بیانِ دلائل کے لیے اور ترجیح الراجح کے لیے مخصوص کر رکھا ہے، اسی طرح حدیث کی دوسری کتابوں میں

کتاب الرقاق، کتاب الادب، حسن المعاشرۃ، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ وغیرہ امور کو مخصوص کیا جائے، اور ان احادیث کو خاص اہتمام سے سمجھایا جائے، اور موجودہ معاشرے پر تبصرہ کرتے ہوئے پڑھایا جائے۔

مشکوٰۃ المصابیح کی جلدِ ثانی کا نصفِ آخر جو کتاب الادب سے شروع ہے، پوری بصیرت، ایضاح وتحقیق کے ساتھ زندگیوں پر منطبق کرتے ہوئے پڑھایا جائے۔

حضراتِ صحابہ وتابعین، ائمۂ تصوف کے تزکیۂ نفس کرنے والے واقعات خصوصیات کے ساتھ بیان کیے جائیں۔

جہاں کہیں رذائلِ نفس کے بارے میں کوئی حدیث آجائے، خوب اچھی طرح ان رذائل کی شناعت اور قباحت بیان کی جائے، فضائلِ اعمال کی احادیث پر خوب توجہ دی جائے اور فضائل پر عمل کرنے کی خوب ترغیب دی جائے۔ وباللہ التوفیق۔